© rasailojaraid.com

معرکۂ حق و باطل

جناب ابن نذیر صاحب ایم۔اے

"فہم قرآن کی ساری تدبیروں کے باوجود آدمی قرآن کی روح سے پوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک کہ عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لیے قرآن آیا ہے۔ یہ محض نظریات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے۔ یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشۂ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اس سے آواز اٹھوائی اور وقت کے علمبرداران کفر و ضلالت سے اس کو لڑوا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی۔ اور داعیٔ حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکھٹا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرور کو اٹھایا اور حامیان حق سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فرد واحد کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پورے تئیس سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی اور حق و باطل کی اس طویل و جاں گسل کشمکش کے دوران میں ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلہ پر اس نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سرے سے نزاع کفر و دین اور معرکۂ اسلام و جاہلیت کے میدان میں قدم ہی نہ رکھیں اور اس کشمکش کی کسی منزل سے گزرنے کا آپ کو اتفاق ہی نہ ہوا ہو اور پھر محض قرآن کے الفاظ پڑھ پڑھ کر اس کی ساری حقیقتیں آپ کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔ اسے تو پوری طرح آپ اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے لے کر اٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی جائے اسی طرح قدم اٹھاتے چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ کو پیش آئیں گے جو نزولِ قرآن کے وقت پیش آتے تھے۔ مکہ اور حبش اور طائف کی منزلیں بھی آپ دیکھیں گے اور بدر و اُحد سے حنین و تبوک تک کے مراحل بھی آپ کے سامنے آئیں گے۔ ابوجہل اور ابولہب سے بھی آپ کو واسطہ پڑے گا۔ منافقین اور یہود بھی آپ کو ملیں گے۔ اور سابقین اوّلین سے لے کر "مولفۃ القلوب" تک سب ہی طرح کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے۔ یہ ایک اور ہی قسم کا "سلوک" ہے جس کو میں "سلوک قرآنی" کہتا ہوں۔ اس سلوک کی شان یہ ہے کہ اس کی جس جس منزل سے آپ گزرتے جائیں گے قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں خود سامنے آکر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اس منزل میں اتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اُس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لغت اور نحو اور معانی و بیان کے کچھ نکات سالک کی نگاہ سے چھپے رہ جائیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی روح کو اس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۳-۳۴)

تاریخِ انسانی کی سب سے بڑی حقیقت حق و باطل کی کشمکش ہے۔ اس زمین پر انسانی زندگی کے آغاز سے آج تک ایک صبح بھی ایسی نہیں گزری جب خیر و شر کی قوتیں باہم دست و گریباں نہ رہی ہوں اور کوئی شام ایسی نہیں آئی جس نے حق و باطل کے درمیان تعاون و مصالحت کا منظر دیکھا ہو۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

انسانی زندگی میں ہر قدم پر کشمکش، تصادم اور پیکار نظر آتی ہے۔ لیکن ظاہر بین نگاہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبھی اسے محض قوتِ لایموت کے لیے جدوجہد کا نام دیتی ہیں اور کبھی اسے قوم، نسل اور طبقہ کی کشمکش کے رُوپ میں دیکھتی ہیں۔ کبھی اسے مفادات کی جنگ قرار دیتی ہیں اور کبھی تعصب و عصبیت کی پیکار۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ان میں سے ہر ایک، ایک مخصوص دائرہ میں اپنا وجود رکھتی ہے۔ لیکن انسانی تاریخ کو صرف ان کے ذریعہ سمجھنے والا، اسباب و حقائق کے بجائے علامات و مظاہر پر نگاہیں مرکوز کر دینے کی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ سطح سمندر پر اُبھرنے والی لہریں تو دراصل اس تلاطم کا مظہر ہیں جو زیرِ آب طوفان بپا کیے ہوئے ہے۔ بدن پر رونما ہونے والے پھنسی پھوڑے تو اس فسادِ خون کی صرف علامات ہیں جو رگ و پے میں برپا ہے۔ بخار (TEMPERATURE) کا تعلق محض بدن کی جلد سے نہیں نظامِ جسم کے بگاڑ سے ہے، جس نے اس شکل میں اپنے کو ظاہر کیا ہے! ظاہر بین نگاہیں اس جزوی اور وقتی کشمکش ہی کو اصل کشمکش سمجھ لیتی ہیں جو مفادات کے تصادم اور طبقات کے ٹکراؤ میں نظر آتی ہے۔ حالانکہ انسانی زندگی کی اصل کشمکش حق و باطل، خیر و شر، نیکی و بدی، دعوتِ ربانی اور حزبِ طاغوت کی کشمکش ہے۔ باقی تمام کشمکشیں اسی عظیم تصادم کے اجزاء و فروع ہیں —— اس سے زیادہ کچھ نہیں!

اسلام کا طریقِ اصلاح | اسلام زندگی کے تمام اصولی اور جزوی مسائل کی اصلاح کرتا ہے لیکن وہ اصل و فرع اور کل و جز کو ان کے صحیح مقام پر رکھتا ہے۔ نہ ایک کو بڑھاتا ہے اور نہ دوسرے کو کم کرتا ہے! پھر وہ محض علامتوں اور ظواہر پہ تمام توجہ کو مرکوز کر دینے کے بجائے بنیادی حقائق اور اصل اسباب کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ شاخوں سے لڑنے کے بجائے برائی کی جڑ پر تیشہ لگاتا ہے۔ وہ محض علامتوں کو نہیں اسباب کو دُور کرتا ہے —— وہ غیر متعلق یا کم تر اہمیت کے مسائل میں اُلجھ کر رہ جانے کے بجائے اساسی اور بنیادی معاملات کو درست کرتا ہے۔ اس طرح اسلام ایک طرف انسانی صلاحیت کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرتا ہے۔ اور دوسری طرف زندگی کے اصل بگاڑ کی اصلاح کر کے خدا کی زمین پر ایک ایسا صالح اور صحت مند نظام قائم کرتا ہے جو روئے زمین کو نیکیوں اور بھلائیوں سے بھر دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کی نگاہ میں زندگی کا سب سے اہم مسئلہ ہدایت و ضلالت کا مسئلہ ہے اس کی نگاہ میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہو؟ وہ کس لیے جیے؟ زندگی کن اصولوں کے مطابق گزارے؛ تمدن کا نقشہ کس خاکہ کے مطابق بنائے؛ دوسروں سے تعلقات کی بنیاد کیا ہو؟ بالفاظِ دیگر اصل کامیابی اور فلاح کیا ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ وہ انسان کے لیے جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے، وہ ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت۔ اس لیے ہر انسان سے دن میں بار بار وہ یہ کہلواتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم (یا اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا) اور اسلام کی ساری تعلیمات، قرآن کی کل ہدایت اور حضرت آدم سے لے کر حضور اکرمؐ تک تمام انبیاء کی پوری زندگی اور دعوت اسی ایک سوال کا جواب اور اسی ایک دعا کی تکمیل ہے۔

قصۂ آدم و ابلیس | تخلیقِ آدمؑ کا جو قصہ قرآن نے بیان کیا ہے اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کی کشمکش کا ایک آئینہ ہے اور اس میں دو اہم کردار بالکل نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں جنہیں تاریخ انسانی کی صورت گری کرنی ہے۔ ایک طرف انسانیت کا نمائندہ (حضرت آدمؑ) ہے جو علم الاشیاء حاصل کرتا ہے۔ تلمیذ الرحمٰن بنتا ہے۔ خالقِ حقیقی کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ غلطی ہوتی ہے تو کانپ جاتا ہے۔ خود پسندی اور استکبار کے بجائے شرمندگی اور ندامت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا مطیع بنتا ہے۔ اور کامیاب ہوتا ہے۔

یہ ہے دعوتِ حق کا پہلا داعی اور ہدایتِ ربانی کا پہلا امین! دوسری طرف ابلیس ہے جو اپنے علم و صلاحیت کے باوجود نخوت، استکبار، حسد، اور فساد کا پیکر بننا پسند کرتا ہے۔ رب کے حکم سے روگردانی کرتا ہے۔ غلطی پر اصرار کرتا ہے۔ اور حق کی راہ کھوٹی کرنے اور خدا کے راستہ سے لوگوں کو ہٹانے کی روش اختیار کرتا ہے ـــــ یہ ہے گمراہی کا پیکر اور ضلالت کا داعی ـــــ ابلیس رجیم ـــــ آدم و ابلیس کائناتِ ارضی کے دو کردار ہیں۔ ایک حق، صداقت، خیر و نور اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوتِ اسلامی کا علم بردار ہے، اور دوسرا باطل، کذب، شر، ظلمت اور ضلالت کا۔ ان دونوں کے درمیان ابدی عداوت اور نہ ختم ہونے والی کشمکش ہے۔ اور یہی وہ کشمکش و پیکار ہے جس سے تاریخِ انسانی عبارت ہے۔ انسانوں کی ایک عظیم اکثریت خواہ محض خاموش تماشائی ہو لیکن قوموں کی قسمت کا فیصلہ بالآخر انہی فعّال انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے جو خواہ تعداد میں کم ہوں لیکن معرکۂ حق و باطل کے زندہ کردار ہوں، اور زندگی کو بنانے میں اپنا رول ادا کر رہے ہوں۔ پہلے دن سے انسانی سوسائٹی میں یہ کشمکش برپا رہی ہے اور رہے گی ــــ دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس پر ہے کہ اس معرکۂ حق و باطل میں وہ کس کا ساتھ دیتا ہے اور اس میں کیا خدمت سرانجام دیتا ہے۔

آدم و ابلیس کا پورا کردار جب واضح ہو کر سامنے آ گیا تو ربّ السموات والارض نے صاف صاف کہہ دیا:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ۔

(طٰہٰ ۔ ۴ ۔ ۱۲۳)

تم دونوں (فریق یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ھدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہو گا۔ اور جو میرے ذکر (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَحْزَنُوْنَ - وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ - ۳۸ - ۳۹)

ان کے لیے کسی خوف و رنج کا موقع نہ ہوگا - اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

تاریخ کے دو کردار یعنی ہدایت الٰہی کے آجانے کے بعد ہی دو کردار ابھر ابھریں گے۔ ایک طرف حضرت آدمؑ کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ جو دعوتِ حق کی اس شمع کو روشن رکھیں گے جو پہلے انسان اور نبی نے جلائی تھی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو خدا کی ہدایت کو آگے بڑھ کر تھام لیں گے خدا کے نبی کی پکار پر لبیک کہیں گے نحن انصار اللّٰہ - دینِ حق کو اپنی زندگیوں پر قائم کریں گے - اور زندگی کے پورے نظام کو دین کے رنگ میں رنگنے کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں گے - وہ حق کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہ دیں گے بلکہ حق کی آواز کانوں کے راستے داخل ہو کر ان کے دل و دماغ میں گھر کرے گی - اور ... رگ و پے میں سما جائے گی - ان کی زندگیوں کی قلبِ ماہیت کر دے گی - ان کے سوچنے کے انداز، ان کے رہنے کے طریقے، ان کے اخلاق کے پیمانے، ان کی زندگی کے سانچے بدل دے گی - ان میں ایک ایسے انسان کو پیدا کرے گی جو خدا کا مطیع اور اس کے دین کو غالب و قائم کرنے والا ہوگا - جو باطل سے کٹ کر حق سے جڑ جائے گا - اور غلبۂ حق کی جد و جہد میں مصروفِ کار ہوگا - اپنی ساری قوت - اپنے تمام سرمایۂ حیات کو حق کی شہادت میں صرف کر دے گا اور اس کی شہادت دیتا ہوا اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے گا یہ ہوگا آدمؑ کا اصلی کردار جو حزب اللّٰہ کی زندگیوں میں اُبھرے گا -

ہدایتِ ربانی کے آجانے کے بعد ایک دوسرا کردار بھی نمایاں ہوگا —— یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدمؑ اور اسوۂ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے کے بجائے ابلیس کے نقشِ قدم پر چلیں گے - یہ وہ لوگ ہونگے جو دعوتِ انبیاء کا ساتھ دینے یا اسے برداشت اور گوارا کرنے کے بجائے کھل کر اس کی مخالفت کو اپنا شیوہ بنائیں گے - اطاعتِ رب کے بجائے استکبار کی روش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کریں گے۔ یہ گروہ خدا کی ہدایت کو قبول کرتے میں اپنے مفادات کی موت سمجھے گا۔ اس میں اسے اپنے اقتدار اور اپنی چودھراہٹ کا خاتمہ ہوتا نظر آئے گا۔ وہ دعوتِ حق کا مذاق اڑائے گا۔ داعیانِ حق کا راستہ روکے گا۔ طنز و استہزاء اور تمسخر و بہتان طرازی سے کام لے گا۔ دعوتِ حق اگر قوت پکڑے گی تو اس کے دل کا چین اڑ جائے گا اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتے گی۔ جب طنز و استہزاء کے حربے کامیاب ہوتے نظر نہ آئیں گے تو جھوٹے پروپیگنڈے اور عملی مزاحمت کا آغاز کرے گا۔ جسمانی اذیتیں دے گا۔ طوق و سلاسل کے پھندے ڈالے گا۔ قید و بند کی صعوبتیں دے گا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے گا۔ اور تیغ و سناں کی خون آشامی پر اتر آئے گا۔ غرض حق کا راستہ روکنے کے لیے ہر حربہ اور ہر ہتھیار استعمال کرے گا ـــ یہ مخالفت کسی غیر انسانی مخلوق کی طرف سے نہیں، انسانوں کی طرف سے ہو گی۔ اپنے ہی اہلِ قوم اس میں پیش پیش ہوں گے۔ اس میں غیر ہی نہیں "اپنے" بھی ہوں گے۔ یہ صرف کفار ہی کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی طرف سے بھی ہو گی جو اپنے کو خدا کا ماننے والا کہتے ہیں۔ باطل کے پرستار ہر طبقہ اور ہر گروہ سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ حق کا راستہ روکنے کے لیے مصروفِ کار ہو جائیں گے۔

یہ ہے قصۂ آدم کا دوسرا کردار جو انسانی معاشرہ میں ان سرکش مخالفینِ حق کی شکل میں ابھریگا۔ جو انبیاء علیہم السلام اور ان کی دعوتِ حق کا عملاً راستہ روکیں گے۔ اور خدا کے بندوں کو گمراہی کی طرف لے جانے کی سعی و جہد کریں گے۔

حق و باطل کی یہ کشمکش فطرت کا قانون اور خدا کی سنّت ہے۔ تخلیقِ آدم ہی کے وقت خود رب العزۃ نے آدم و ابلیس کے بارے میں بعضکم لبعض عدو (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) کے الفاظ میں فرما کر پورے عالمِ انسانی کو اس سے متنبہ فرما دیا تھا۔ اور پھر شیطان نے تو کھلے کھلے چیلنج سے اس اشارہ کے سارے پہلوؤں کو بالکل صاف اور واضح کر دیا تھا۔

بولا: بس تو جیسا تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من خلفهم وعن ایمانهم و عن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شاکرین۔ (الاعراف - ۱۷)

میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان کی گھات میں لگا رہوں گا۔ آگے اور پیچھے داءیں اور باءیں ہر طرف سے ان کو گھیروں گا۔ اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

یہ وہ چیلنج تھا جو زبان پر انسانی زندگی کے آغاز ہی میں شیطان نے دے دیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کر لیا تھا کہ" ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں ان پر قابو چلنا مشکل ہے" (الحجر - ۴۰) اور رب حقیقی نے بھی یہ فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مخلصین کو ابلیس کی شر انگیزیوں کے خلاف ضمانت اور پناہ دے دی تھی کہ" جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ بھی قدرت نہیں ہے" (الحجر ۴۲)

صبح تمدن ہی سے خدا کے مخلصین اور شیطان کے متبعین کے درمیان کشمکش و پیکار برپا ہے۔ اور کسی دور اور کسی زمانہ میں بھی اس کشمکش کی شدت کم نہیں ہوتی۔ حزب اللہ کے قائد انبیاء اور رسول (علیہم السلام) رہے ہیں۔ حضرت آدم سے لے کر ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ تک دعوتِ اسلامی کی رہنمائی و رہبری خدا کے ہی فرستادہ اور منتخب مخلصین کرتے رہے ہیں اور شیطان ہر دور میں نئے نئے طریقوں سے انسانوں ہی کے ذریعہ ان کا راستہ روکنا اور ان کی دعوت کو زک پہنچانے یا ملیا میٹ کرنے کی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ یہی سنتِ الٰہی ہے جس کی طرف اس آیتِ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (الانعام - ۱۱۲)

اور ہم نے تو اس طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہتے ہیں۔

دعوتِ انبیاء اور اس کا ردِ عمل | دعوتِ اسلامی کی پوری تاریخ انبیاءِ الٰہی اور متبعینِ شیطان،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داعیانِ حق اور پرستارانِ باطل، علم بردارانِ خیر و فلاح اور کارپردازانِ شر و فساد کے درمیان کشمکش اور جنگ و جدال کی داستان ہے۔ حق و باطل کا یہ معرکہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ شیطان یہ کب برداشت کرسکتا ہے کہ خدا کے بندے صرف خدا کی پرستش کریں اور طاغوت سے اپنے تمام رشتوں کو کاٹ کر صرف اپنے رب اور خالق سے جڑ جائیں۔ ادھر یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ (اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے) کی پکار بلند ہوئی اور ادھر باطل کے ایوانوں میں کھلبلی مچی۔ ہر طرف خطرے کی گھنٹیاں بجنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اربابِ مفاد کو اپنا انجام نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ خود غرض عناصر بلبلا اٹھتے ہیں۔ مذہبی پروہت، معاشی اجارہ دار، سیاسی حکمراں سب مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ نظامِ جاہلیت کے سارے کارپرداز اس الارم کے بجتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور تحریکِ اسلامی کی مخالفت میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ وہ کبھی لالچ دے کر حق کے داعیوں کو خریدنا چاہتے ہیں اور کبھی دھمکیاں دے کر ان کو خائف و خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جس دل میں حق گھر کر جائے وہ ان باتوں کی فکر کب کرتا ہے۔ وہ تو برملا کہتا ہے کہ اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تب بھی اس دعوت اور اس مشن سے سرِمو نہ ہٹوں گا — اور اگر مجھے آروں سے کاٹ دیا جائے اور لوہے کی کنگھیوں سے میرا گوشت نوچ ڈالا جائے تب بھی اس پیغام اور اس تحریک سے غداری نہ کروں گا۔

مخالفت کی شکلیں اور اعتراضات | باطل کی قوتیں چونکہ حق کا مقابلہ دلیل و برہان کی قوت سے نہیں کرسکتیں اس لیے وہ تمسخر و استہزاء، تخفیف و تذلیل، جھوٹ و افترا، ظلم و زیادتی، قید و بند، کشت و خون اور قتل و غارت گری کے اوچھے ہتھیار استعمال کرتی ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتیں۔ دیکھیے ان کا سلوک انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو انسانیت کے گلِ سرسبد اور دنیائے تہذیب کے سب سے بڑے محسن تھے، کیا رہتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت نوحؑ اپنے رب کے سامنے اپنی داستان اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۔۔۔ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۔

نوح ۔ ۲۲ ۔ ۲۱ ۔ ۲۷

اے پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔ جب جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے لپیٹ لیے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے ۔۔۔۔ میرے پروردگار! یہ لوگ میرے کہنے پر نہ چلے اور ان لوگوں کے تابع ہوئے جن کو ان کے مال اور اولاد نے بجز نقصان کے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور (وہ میری مخالفت میں) وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔

"احمق" اور "جھوٹا" حضرت ہود علیہ السلام نے جب خدا کی بندگی کی طرف بلایا تو صاحبِ اقتدار طبقہ نے ان کا مذاق اڑایا اور کہا:۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۔ (الاعراف ۶۶)

اور ان کی قوم کے سردار جو حق کے منکر تھے کہنے لگے تم تو ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

نکالو اس پاک باز کو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو فحش اور بداخلاقی سے روکا اور اس خبیث شیطانی "فعل" پر ملامت کی جس کے وہ عادی تھے تو ان بدبخت مخالفین حق نے داعیانِ خیر و صلاح کے بارے میں طے کیا کہ:۔

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ اِنَّهُمْ

ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ـ (الاعراف ـ ۸۲) پاک باز بنے پھرتے ہیں ـ

حضرت شعیبؑ کی قوم پہلے سے مسلمان تھی ـ لیکن جب ان "بگڑے ہوئے مسلمانوں" کو نبی برحق نے ان کی گمراہیوں پر تنبیہ کی اور ان سے شریعتِ اسلامی کو قبول کرنے اور نافذ کرنے کے لیے کہا تو ان کا جواب بھی وہی تھا :

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ... لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ ... مِنْ قَرْيَتِنَا ـ (الاعراف ـ ۸۸) ان کی قوم میں جو لوگ سردار اور بڑے آدمی تھے وہ کہنے لگے کہ شعیبؑ! ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لاتے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے ـ

پرستارانِ باطل اہلِ حق کو ہمیشہ ہی بستیوں سے نکالنے، شہر بدر کرنے اور جلاوطن کرنے کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں ـ بلکہ اس روش پر عملاً کاربند بھی رہے ہیں ـ

خطرہ ہے سخت خطرہ فرعون حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو سن کر ان کا مذاق اڑاتا ہے ـ انہیں قتل کی دھمکی دیتا ہے ـ اور اس کے اہلِ دربار یہ فرسودہ الزام لگاتے ہیں ـ

اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ـ (طٰہٰ ـ ۶۳) یہ دونوں (یعنی حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ) تو محض جادوگر ہیں ـ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری زمین سے (یعنی منصبِ اقتدار سے) بے دخل کر دیں ـ اور تمہارے مثالی طریقِ زندگی کا خاتمہ کر دیں ـ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں "جھوٹ، حماقت، جادوگری، دھوکہ دہی، ہوسِ اقتدار، طرزِ زندگی کو خطرہ، ساری تمدنی اور ثقافتی ترقی کی تباہی و بربادی" یہ وہ پٹے ہوئے الزام ہیں جو داعیانِ حق پر ہمیشہ چسپاں کیے جاتے رہے ہیں۔ مخالفین حق ہمیشہ ہی سے تنگ نظر اور بدنحو رہے ہیں ـ وہ اپنے اوہام اور اپنے اقتدار کی مخالفت گوارا ہی نہیں کر سکتے تھے ـ یہ مخالفین خواہ کھلے کھلے کافر ہوں یا زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے خدا کے وجود کا انکار کرنے والے ۔۔۔ اپنے مفاد کے مقابلہ میں حق کی راہ روکتے ہیں دونوں کا رویہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ اور تاریخ میں ایسی مثالیں بھی کم نہیں ہیں جب مخالفتِ حق میں یہ نام نہاد خدا پرست کہلانے والے کافروں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی پوری تاریخ ہمارے سامنے ہے جو اپنے اندر عبرت اور موعظت کے بے شمار پہلو لیے ہوئے ہے۔ خدا نے اس قوم پر کیا کیا فضل و انعام نہ کیے لیکن ان گمراہ انسانوں کا رویہ کیا تھا۔

بنی اسرائیل کی داستانِ خوں چکاں | بنی اسرائیل خود ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے درپے تھے اور ان کا ایک گروہ اپنے بھائیوں کو مٹانے کے لیے غیروں سے (یعنی دمشق کی آرامی سلطنت سے) مدد مانگتا ہے۔ حنانی نبی نے اس پر سخت تنبیہ کی لیکن سلطنتِ یہودیہ کے فرماں روا آسا نے خدا کے پیغمبر کی تنبیہ قبول کرنے کی بجائے اسے جیل بھیج دیا۔ (۲۔ تواریخ۔ باب ۱۷۔ آیت ۷۔۱۰)

حضرت الیاسؑ (ایلیا ELIJAH) نے جب یہودیوں کو توحید کی دعوت دی تو سامریہ کا اسرائیلی بادشاہ اخی اپنی مشرک بیوی کی خاطر ہاتھ دھو کر ان کی جان کے پیچھے پڑ گیا حتیٰ کہ انہیں جزیرہ نمائے سینا کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔ حضرت الیاس نے اس موقعہ پر جو دعا مانگی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا ... تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔"

(۱۔ سلاطین۔ باب ۱۹۔ آیت ۲۶۔۲۷)

"اس بادشاہ اخی نے ایک اور نبی حضرت میکایاہؑ کو حق گوئی کے جرم میں جیل بھیجا۔ اور حکم دیا کہ "اس شخص کو مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا۔"

(۱۔ سلاطین۔ باب ۱۹۔ آیت ۲۶۔۲۷)

حضرت زکریا نے جب شرک اور بدکاری و فحاشی کے خلاف آواز اٹھائی تو یوآس بادشاہ کے حکم سے انہیں سنگسار کیا گیا۔ (۲۔ تواریخ۔ باب ۲۴۔ آیت ۲۱۔۲۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب بخت نصر نے بیت المقدس فتح کیا تو وہ ہیکل سلیمانی کی سیر کرنے لگا عین قربان گاہ کے سامنے ایک جگہ دیوار پر اسے ایک تیر کا نشان نظر آیا" اس نے یہودیوں سے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہاں ذکریا نبی کو ہم نے قتل کیا تھا۔ وہ ہماری برائیوں پر ہمیں ملامت کرتا تھا۔ آخر جب ہم اس کی ملامت سے تنگ آ گئے تو ہم نے اسے مار ڈالا۔"

یہودیوں کی دو حکومتیں تھیں۔ سامریہ کی دولت اسرائیلی اور یروشلم کی دولت یہودیہ۔ سامریہ کی اسرائیلی ریاست آشوریوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی تو یروشلم کی یہودی ریاست کو تباہی سے بچانے کے لیے پر میاہ نبی نے تحریک اصلاح برپا کی۔ وہ اپنی قوم کے زوال پر ماتم کرنے اٹھے اور گلی گلی اور کوچہ کوچہ انہوں نے پکارنا شروع کیا کہ سنبھل جاؤ ورنہ تمہارا انجام سامریہ سے بھی بدتر ہوگا۔ مگر اس "سیاسی" کام پر ارباب اقتدار ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان پر لعنت دھتکار کی بارش ہوئی۔ پیٹے گئے، قید کیے گئے۔ رسی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیئے گئے تاکہ بھوک اور پیاس سے وہیں سوکھ کر مر جائیں۔ اور ان پر الزام لگایا گیا کہ قوم میں بددلی و مایوسی پھیلاتے ہیں۔ انتشار برپا کرتے ہیں۔ قوم کے غدار ہیں۔ بیرونی دشمنوں سے ملے ہوئے ہیں ——— لہٰذا انہیں جیل بھیج دیا گیا۔ (یرمیاہ۔ باب ۱۵۔ آیت ۱۰ باب ۱۸ آیت ۲۳-۲۰۔ باب ۲۰ آیت ۱۸-۱۔ باب ۲۶ تا باب ۴۰)

ایک اور نبی حضرت عاموسؑ نے جب سامریہ کی اسرائیلی حکومت کو اس کی گمراہیوں اور بدکاریوں پر ٹوکا اور ان کی حرکات کے برے انجام سے خبردار کیا تو انہیں نوٹس دیا گیا کہ "ملک سے نکل جاؤ اور باہر جا کر نبوت کرو۔" (عاموس باب ۷، آیت ۱۰-۱۳)

حضرت یحییٰ (یوحنا) کو قوم کا نیک اور متقی ترین انسان سمجھا جاتا تھا اور اپنے پرائے سب اس کے معترف تھے لیکن جب اس مقدس انسان نے یہودیہ کے فرمانروا ہیرودیس کے دربار میں کھلم کھلا ہونے والی بداخلاقیوں کے خلاف آواز اٹھائی تو اظہار حق کو "تخریبی تنقید" قرار دیا گیا۔ پہلے آپ کو قید کیا گیا۔ اور پھر بادشاہ نے اپنی معشوقہ کی فرمائش پر قوم کے اس صالح ترین انسان کا سر قلم کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک تھال میں رکھ کر اس بدکردار عورت کی نذر کیا۔ (مرقس۔ باب ۶۔ آیت ۱۷۔۲۹)۔

حضرت عیسیٰ نے جب بنی اسرائیل کے علماء، مفاد پرست عناصر اور سردارانِ قوم پر تنقید کی اور حق کا اظہار و اعلان کیا تو سب کا غصہ بھڑک اٹھا۔ ان کا "جرم" یہ تھا کہ وہ انہیں ان کے گناہوں ریاکاریوں اور ظلم و زیادتی پر ٹوکتے تھے اور ایمان و راستی کی تلقین کرتے تھے۔ اس قصور پر ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ تیار کیا گیا۔ رومی عدالت سے ان کے قتل کا "فیصلہ" حاصل کیا گیا۔ اور جب رومی حاکم پیلاطس نے ان سے کہا کہ آج عید کے روز میں تمہاری خاطر یسوع اور برابا ڈاکو میں سے کسی ایک کو رہا کر سکتا ہوں۔ کہو ان دونوں میں سے کس کو رہا کروں؟ تو ان سب نے بالاتفاق کہا — "برابا ڈاکو کو چھوڑ دے۔ اور یسوع کو پھانسی پر لٹکا" یہ اور بات ہے کہ خدا نے کچھ اور ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ ورنہ انھوں نے تو اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ کو پھانسی پر لٹکا دیا!

یہ ہیں حق و باطل کی کشمکش کی صرف چند جھلکیاں۔ بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد

یہ داستان صرف ماضی کی ہی کہانی نہیں، حال کی روداد اور مستقبل کی تصویر بھی ہے۔ حق و باطل کی یہ کشمکش ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ داعیانِ حق کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا؟ لیکن ان کی کیفیت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ ؎ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست۔

کوئی زمانہ اور کوئی دور ایسا نہیں رہا جب حق کے نام لیوا اور اس کے داعی نہ رہے ہوں؛ جب انبیاء کا مشن زندہ نہ رہا ہو۔ اور داعیانِ حق نے سچائی، نیکی اور حاکمیتِ الٰہی کی دعوت نہ دی ہو۔ مخالفتیں ان کی ہمتوں کو پست نہیں کرتیں، ان کے عزائم کو اور پختہ کر دیتی ہیں۔ بڑی سے بڑی مزاحمت، شدید سے شدید مظالم، سخت سے سخت استبداد ان کے پائے ثبات میں ذرا سی لغزش بھی پیدا نہیں کر پاتا ہے ؎

تعزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد

دعوتِ انبیاء کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ کوئی چیز ان کو خائف نہیں کر پائی ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدم خدا کی راہ میں اٹھتا ہے اسے کاٹا تو جا سکتا واپس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور چشم تاریخ نے بالعموم یہی منظر دیکھا ہے کہ داعیانِ حق مخالفتوں کے طوفان کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں۔ جو دل ایک مرتبہ کلمۂ حق کا مسکن بن جاتا ہے وہ پھر مخالفین کی کسی ترغیب و ترہیب سے متاثر نہیں ہوتا۔

ثبات و عزیمت پھر ثبات و عزیمت کا یہ مظاہرہ صرف انبیاء ہی نہیں کرتے بلکہ خدا دعوتِ انبیاء کے تمام مخلص علم برداروں کو صبر و استقامت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ اس کی بہترین مثال ساحرانِ مصر کے کردار میں ہے۔ کجا تو وہ فرعون سے انعام پانے کے لالچ میں حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے کے لیے آتے ہیں اور بڑے زعم سے چیلنج دیتے ہیں "موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں"۔ اور جب جادو بے اثر ہو گیا، حق ظاہر ہو گیا، تو نظامِ باطل کے وہی کارپرداز یک سر بدل جاتے ہیں۔ وہ جادوگر اب خدا پر ایمان لے آتے ہیں، سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور فرعون کے ہر عتاب کا پامردی سے مقابلہ کرتے ہیں:۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۔ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۭ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ

فرعون نے کہا: تم ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دیتا؟ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہارا گرو ہے۔ جس نے تمہیں جادوگری سکھائی تھی۔ اچھا! اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں میں تمہیں سولی دیتا ہوں۔ پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے" (یعنی میں تمہیں سخت سزا دے سکتا ہوں یا موسیٰ)۔ جادوگروں نے جواب دیا — "قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم روشن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی - (طٰہٰ - ۷۱-۷۳)

نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی حق و صداقت پر تجھے ترجیح دیں (محض اس لیے کہ تو برسرِ اقتدار ہے) تو جو کچھ کرنا چاہے کر لے۔ تو زیادہ سے زیادہ اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور اس جادوگری سے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا، درگزر فرمائے۔ اللہ ہی اچھا ہے۔ اور وہی باقی رہنے والا ہے۔"

ہوتے اہلِ جفا مجھ سے خفا تیرے لیے

مخالفتوں، شدید ترین مخالفتوں کے مقابلہ میں بھی رویہ ہے جو انبیاء علیہم السلام اور دوسرے سچے اور مخلص پرستارانِ حق نے ہمیشہ اختیار کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مخالفینِ حق محض قوت اور جبر کے ذریعہ انہیں سیدھے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان پر جو بھی الزامات وہ لگا رہے ہیں وہ سرتاپا جھوٹے ہیں۔ ان کا اصلی "جرم" اگر کوئی ہے تو صرف یہ کہ وہ ان کی بندگی اور غلامی اختیار کرنے کے بجائے صرف خدا کی بندگی اور اطاعت پر اصرار کرتے ہیں۔ ان کے ظلم و ستم اور غلط کاریوں میں شریک ہونے کی بجائے ان سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ فساد اور ضلالت پر خاموش رہنے کی بجائے اس پر کڑھتے ہیں۔ اور انسانوں کے خود ساختہ ضابطوں کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے بجائے صرف خدا کے دین کے مطیع بنتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ اپنے موقف پر پورے شرحِ صدر کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور اس پر ان کے یقین اور اطمینان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جو لوگ ان کے اس جرم پر برافروختہ ہوتے ہیں ان سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ

گر یہی اپنی خطا ہے تو خطاوار ہیں ہم

چنانچہ تاریخ انسانی کے ایسے ہی ایک واقعہ کے موقع پر خود اللہ تعالیٰ نے حق پرستوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مخالفت کے اصل سبب کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۔ (البروج ۸-۹)

اور جو ظلم و ستم، وہ اہلِ ایمان پر ڈھا رہے تھے اسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور مومنوں کے خلاف ان کا سارا غصہ اس بات پر تھا کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابلِ ستائش ہے ۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کو بھی فرعون کے دربار میں ایسی ہی صورتِ حال سے سابقہ پیش آیا۔ اس موقع پر ایک مومن آل فرعون ارباب اقتدار کی روش پر احتجاج کرتے ہوئے اس حقیقت کا برملا اظہار کرتا ہے کہ :

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ۔ (المؤمن - ۲۸)

کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے ۔

یہ ہے اہلِ حق کے موقف اور ان کی مخالفت کے اصل سبب پر خود خالق السموات و الارض کی شہادت! دعوت انبیاء کی مخالفت کا سبب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ معرکۂ حق و باطل کی اصل بنیاد یہی یہ چیز ہے کہ خدا کے نبی اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے دوسرے مخلص بندے غیر الٰہی نظامِ زندگی کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اس لیے کہ ان کی نگاہ میں دین محض اللہ اللہ پکارنے کا نام نہیں بلکہ پوری زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق گزارنے اور زندگی کے سارے نظام پر شریعتِ الٰہی کو غالب کر دینے کا نام ہے۔ وہ اللہ کے مقابلہ میں کسی اور کی خدائی اور اس کا مطلق اور مستقل بالذات اقتدار ماننے کو تیار نہیں۔ وہ محض " سجدے کی اجازت پر مطمئن نہیں ہو جاتے بلکہ پوری زمین پر صرف خدا کا کلمہ بلند اور اسی کا قانون جاری و ساری کرنے کی سعی و جہد کرتے ہیں تو وہ اس صورتِ حال کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ خانقاہ الٰہ تو اللہ ہو مگر زندگی کے دیگر معاملات میں غیر اللہ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (خلق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا)۔ اور مخالفت کے سارے طوفان اسی سبب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٹھتے ہیں کہ یہ بندگانِ حق ساری انسانی زندگی اور اس کے تمام شعبوں میں صرف ایک ہی خدا کی فرماں روائی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے خدا کی زمین پر بزعم خود اپنی خدائی جتانے کے مدعی آتش زیر پا ہو جاتے ہیں۔

. . . جلتا رہا لیکن چراغ | تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی خدا کی زمین پر اس کے کچھ بندوں نے اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے، حق و باطل کی کشمکش برپا ہو گئی ہے۔ لیکن یہ وہ کشمکش ہے جس میں صرف اہلِ حق ہی کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرہ اور تمام دنیا کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ کیونکہ یہی وہ جدوجہد ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھلائی قائم ہے۔ اور روئے ارض پر جو بھی نیکی، صداقت، شرافت اور انسانیت پائی جاتی ہے وہ اس کا عطیہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو خدا کی زمین ظلم، بدی اور فساد سے بھر جائے۔

حق و باطل کی اس کشمکش میں بہت سے دور آتے ہیں۔ اسے بہت سے گرم و سرد موسموں سے گزرنا پڑتا ہے۔ خزاں اور بہار کے بہت سے مناظر سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ماہ و سال اور زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ اس کشمکش کی ظاہری شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ جدل و پیکار کے انداز تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس معرکہ کے کرداروں (افراد و قوم) میں بھی تغیر ہوتا رہتا ہے، لیکن اپنی روح، اپنے مزاج اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ ازلی و ابدی ہے۔ یہ کشمکش ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ موت و حیات کا یہ ہنگامہ برپا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ تمہیں (انسانوں کو) آزمایا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ تم میں سے کون نیک روش اختیار کرتا ہے۔

پھر حق و باطل کی یہ کشمکش مختلف پیمانوں پر ہوتی ہے۔ کبھی یہ صرف انفرادی زندگی تک محدود ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی جدوجہد کی شکل اختیار کرتی ہے۔ کبھی چند منفرد حق پرست کلمۂ حق بلند کرتے ہیں اور دار کو چومتے ہوئے اپنے خالق و مالک کے حضور جا حاضر ہوتے ہیں اور کبھی اس فریضہ کو منظم تحریکیں ادا کرتی ہیں۔ کبھی باطل کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں صرف چند ٹوٹے ہوئے چراغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضوفشاں ہوتے ہیں اور کبھی نورِ حق ظلمتوں کا سینہ چاک کر کے فضائے بسیط کو منور کر دیتا ہے۔
کبھی اہلِ حق صرف جیلوں اور سولیوں ہی تک رسائی پاتے ہیں اور کبھی گردشِ دوراں کو پلٹنے میں کامیاب
ہوجاتے ہیں اور غالب آکر نظامِ زندگی کی تنظیمِ نو کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ یہ تاریخ کے
مختلف نشیب و فراز ہیں اور ان میں سے کب کس کو کونسا مقام حاصل ہوتا ہے، اس کا انحصار
صرف تدبیرِ الٰہی پر ہے۔ رہے اہلِ حق تو وہ جانتے ہیں کہ ہر صورت میں وہ کامیاب و کامران ہیں۔
دحق کا اظہار ہی خود حق کا سب سے بڑا انعام بھی ہے۔ یہاں سعی ہی حاصل ہے، سفر ہی منزل ہے،
جدوجہد ہی کامیابی ہے، قربانی ہی اعزاز ہے اور اس مقصد کے لیے تڑپ ہی کامیابی ہے۔
... کیا خود آقا ہی نے نہیں کہا ہے کہ اِنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى
کہ اس کی سعی و جہد ہی ہے جو دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا (النجم)

دعوتِ انبیاء اور معرکۂ حق و باطل کی برکتیں | پھر اس جدوجہد کے انداز و آداب بھی نرالے ہیں یہاں
جو مظلوم ہے بالعموم وہی محبوبِ خلائق بھی بنتا ہے۔ دنیا کا ضمیر بھی اس کی عزت کرتا ہے اور خدا
کو بھی وہ بہت پیارا ہوتا ہے۔ دنیا میں کلمۂ حق بلند کرنے والے کا استقبال داد و دہش، عزت و
تکریم، انعام و اکرام سے نہیں، سوسائٹی کے مقتدر طبقے کی طرف سے ظلم و زیادتی سے ہوتا ہے
اور حق کی تحریک جتنی منظم، جتنی مضبوط و ہمہ گیر ہوتی جاتی ہے، مخالفت بھی اتنی ہی شدید اور
مصائب بھی اتنے ہی ناقابلِ برداشت ہوتے جاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر مخالفت کے
طوفان نہ اٹھیں اور غلط کار قوتیں ان کو ٹھنڈے پیٹوں گوارا کر لیں تو دعوت و تحریک کی صحت ہی
ایک گونہ مشتبہ ہو جاتے۔ اہلِ باطل کی طرف سے مخالفت جتنی شدید ہو وہ دعوت کی صداقت
کا اتنا ہی بڑا ثبوت ہے۔ وہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیر نشانے پر لگا ہے[1] دعوت جوں جوں ترقی

[1] حضرت مسیح نے بنی اسرائیل سے کہا تھا:-
"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں (باطل کے ساتھ) صلح کرانے نہیں (حق کی خاطر) تلوار چلانے
آیا ہوں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے، اور بیٹی کو اس کی ماں سے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتی بڑھتی اور پھیلتی پھولتی ہے، مخالفت بھی اسی مناسبت سے شدید ہوتی جاتی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ یہی مخالفت اور کشمکش خود دعوت کا ایک پہلو بن جاتی ہے جس سے پورے معاشرہ میں ایک ہلچل مچ جاتی ہے۔ ہر شخص کسوٹی پر کس دیا جاتا ہے۔ کشمکش کی اصل حقیقت اور معرکہ کا اصل سبب سب کے سامنے آجاتا ہے۔ دعوت کا پیغام اور داعی کا کردار حق کے حسن اور رعنائی کو بے نقاب کر دیتے ہیں۔ اہلِ حق سے جو سلوک کیا جاتا ہے اس سے انسانیت کے قلب پر چوٹ پڑتی ہے۔ سوچنے سمجھنے والے ذہن بے چین ہونے لگتے ہیں جن میں خیر و صلاح کی کوئی رمق موجود ہوتی ہے وہ اس صورتِ حال پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ ان کے ضمیر جاگ اٹھتے ہیں۔ سوئی ہوئی انسانیت بیدار ہو جاتی ہے۔ پھر لوگوں کی ہمدردیاں اور توقعات دعوتِ حق سے وابستہ اور گہری ہوتی جاتی ہیں۔ معاشرہ کے تمام عناصر حقائق کو چشمِ سر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ سوسائٹی میں سے زندہ ضمیر رکھنے والے لوگ چھٹ چھٹ کر اہلِ حق کے ساتھ شامل

اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔ جو کوئی ماں باپ کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں اور جو کوئی اپنی صلیب نہ اٹھائے (یعنی مرنے کے لیے تیار نہ ہو اور اپنا سر ہتھیلی پر لے کر نہ نکلے) وہ میرے پیچھے نہ چلے وہ میرے لائق نہیں۔

جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اسے کھوئے گا، اور جو کوئی میرے سبب اپنی جان کھوتا ہے اسے بچائے گا۔" (متی ۱۰: ۳۴-۳۹)

بھائی کو بھائی قتل کے لیے حوالہ کرے گا۔ اور بیٹے کو باپ اور بیٹے اپنے ماں باپ کے خلاف کھڑے ہو کر انہیں مروا ڈالیں گے اور میرے نام کے باعث سب لوگ تم سے عداوت کریں گے مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہی نجات پائے گا۔ (متی ۱۰: ۲۱-۲۲)

"دیکھو میں تمہیں بھیجتا ہوں گویا بھیڑیوں کے بیچ میں۔۔۔ آدمیوں سے خبردار رہو کیونکہ وہ تمہیں عدالتوں کے حوالے کر دیں گے۔ اور اپنے عبادت خانوں میں تمہارے کوڑے ماریں گے اور تم میرے سبب حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے (ایضاً ۱۶-۱۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمت اور عزم رکھنے والے معرکہ میں جوق در جوق شریک ہونے لگتے ہیں۔ ہر طرف سے کلمۂ خیر بلند ہونے لگتا ہے۔ اصلاح کی تحریک کو نیا خون اور نئی قوت حاصل ہوتی ہے ــــ اس طرح سے مخالفین گویا اس خام کو کندن بنانے کا کام کرتے ہیں۔ لوہا فولاد میں تبدیل ہوتا ہے۔ اور یہ فولاد بالآخر باطل کے ہتھیاروں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ یہ کشمکش اپنے پورے نتائج کتنی مدت میں نکالے گی۔ اثر و نفوذ اور اتمامِ حجت کا عمل کتنا عرصہ لے گا۔ درخت کب اپنے پھلوں سے شاد کام کرے گا۔ اور اس کی ٹھنڈی چھاؤں کب انسانیت کے لیے آرام گاہ بنے گی لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس کشمکش پر ہی انسانی سوسائٹی کی زندگی اور اس کے نشو و نما اور ارتقاء کا دار و مدار ہے ــ

حق و باطل کی کشمکش پورے معاشرہ میں ایک نئی روح پھونک دیتی ہے۔ خیر و صلاح کی تمام قوتوں کو، خواہ وہ کہیں بھی اور کسی بھی شکل میں کام کر رہی ہوں، اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ پسے ہوئے انسانوں میں امید کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اصلاح و تعمیر کی ایک نئی رو ابھرتی ہے۔ ساری مزاحمتوں کے باوجود یہ دعوت پورے معاشرہ کے لیے امید کی کرن اور خیر کا منبع بھی بن جاتی ہے۔ چونکہ تحریکِ اصلاح کی مخاطب پوری قوم ہوتی ہے۔ اس لیے دعوتِ حق کے برپا ہونے اور کشمکش کے شدت اختیار کرنے کے ساتھ ہی ساری قوم جاگ اٹھتی ہے اور اس کے سامنے یہ سوال آجاتا ہے کہ وہ حق کا ساتھ دے یا باطل کا، یا صرف خاموش تماشائی بن کر کھڑی رہے ؟ خدا کی سنت یہ ہے کہ جو معاشرہ صالح افراد کی ایک معقول تعداد رکھتا ہے، (ضروری نہیں کہ یہ عددی اکثریت ہی میں ہوں) اور صالح افراد منتشر حالت میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے ہوں بلکہ ایک دوسرے کے رفیق و مددگار اور دعوتِ انبیاء کے علم بردار بن کر اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے لیے جان و مال کی بازیاں لگا دیں اور اس جدوجہد میں اعلیٰ اخلاقی کردار کا مظاہرہ کریں تو پھر دعوتِ حق غالب آکر رہتی ہے اور باطل اپنی ظاہری آب و تاب اور قوت و دبدبہ کے باوجود مغلوب ہو کر رہتا ہے۔ اس کے برعکس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر کوئی معاشرہ اتنا بانجھ ہو گیا ہے کہ اس میں حق پرستوں کا کوئی گروہ موجود ہی نہ ہو یا موجود تو ہو مگر اصلاحِ حال کی خاطر کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر اس قوم کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ فطرت کا یہ قانون ہے کہ بدی اور ظلم خالص کا نظام کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا کسی قوم میں دعوتِ حق کا برپا ہونا اور اس کے اندر سے کچھ لوگوں کا نظامِ حق کو قائم کرنے، نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد کے لیے اٹھ کھڑا ہونا اس قوم اور معاشرے کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ اس کا حفاظتی حصار ہے جس کے سہارے وہ زندہ رہتی اور پروان چڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قانون کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ۔

(ھود ۱۱۶-۱۱۷)

پھر کیوں نہ ان قوموں میں سے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہلِ خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم جن کو ہم نے ان قوموں (کے انجام) سے بچا لیا۔ ورنہ ظالم لوگ تو ان چیزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔

مضبوط ہمہ گیر جدوجہد کی برکات حقیقت یہ ہے کہ اصلاح کی جدوجہد جو مضبوط، قوی، مؤثر اور ہمہ گیر جدوجہد ہو، ایک معاشرہ کی زندگی کی ضامن اور اس کی ترقی کا ذریعہ ہے اسی کے سہارے اس کی مدتِ حیات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں خیر و صلاح اور نیکی اور معروف کا عنصر بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی اخلاقی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور اصلاحِ حال اور تعمیرِ نو کے امکانات روشن تر ہوتے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جوں جوں تحریکِ اصلاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فروغ پائے اور کشمکش گہری ہو۔ معاشرہ اور قوم کی طرف سے ردِ عمل بھی اتنا ہی مؤثر اور قوی ہوتا جائے تاکہ خیر و صلاح کے کام کو قوت حاصل ہو اور مالکِ کائنات (جس کے نزدیک اس کی ذات اور اس کے حکم میں کسی اور کو شریک کرنے سے بڑا کوئی جرم نہیں) کی رحمت قوم کی طرف متوجہ اور اس کی پشت پناہ بنے۔

جبر و تشدد کی شکست مقدر ہے ایک خاص مقام تک دعوتِ حق اور مخالفت دونوں ساتھ ساتھ بڑھتے ہیں۔ جوں جوں دعوت دین کی روشنی پھیلتی ہے، اور حق ظاہر اور اس کے غلبہ کے امکانات تابندہ ہوتے جاتے ہیں اور تحریکِ اصلاح قوت پکڑتی جاتی ہے اس کے بالمقابل عناصر کی کمزوریاں نمایاں ہوتی جاتی ہیں۔ اس سے ان کی جھنجلاہٹ بڑھتی اور مخالفت تیز ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ بالکل اندھے ہو کر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو طاقت اور جبر کے ذریعہ کچلنے کے درپے ہو جاتے ہیں لیکن وہ جتنا اس خطرناک راہ پر آگے بڑھتے ہیں اتنا ہی ان کے موقف کا بودا پن واضح ہو جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جبر و تشدد کے ہتھیاروں سے اخلاقی مجرموں کو مغلوب کیا جاسکتا ہے مگر فکری اور نظریاتی تحریکوں کو کبھی دبایا نہیں جاسکا۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیرووں کی قیادت میں اٹھنے والی تحریکیں تو درکنار خیالات اور نظریات کی اساس پر اٹھنے والی کسی تحریک کو بھی محض زور اور قوت اور جبر و تشدد کے بل پر نہیں روکا جا سکا۔ قوت کے ذریعہ سقراط کو زہر کا پیالہ پلایا جاسکتا ہے۔ لیکن یونان کو سقراط کے افکار سے نہیں بچایا جاسکتا۔ سقراط آج بھی زندہ ہے اور اسے زہر کا پیالہ پلانے والوں کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ اور جو جانتا ہے وہ ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ کنفوشس کو پھانسی دی جاسکتی ہے لیکن دینِ کنفوشس کے فروغ کو روکا نہیں جاسکتا۔ کنفوشس کا مذہب آج بھی ایک مؤثر قوت ہے اور اس کے قاتلوں کو زمانے نے "تاریخِ انسانی کا مجرم" قرار دیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کو صلیب تک لے جایا جاسکتا ہے۔ اُن کی مقدس تعلیمات کے غلبہ کو روکا نہیں جاسکتا۔ وہی رومن امپائر جس کی عدالت حضرت مسیحؑ کو پھانسی کی سزا کا حکم سناتی ہے، بالآخر دینِ مسیح کے لیے مسخر ہو جاتی ہے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیسائیت ریاست کا سرکاری مذہب بنتی ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور کیا جا سکتا ہے۔ اور مکہ سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن محمدؐ اور دینِ محمدیؐ کے غلبہ و اقتدار کو نہیں روکا جا سکتا۔ مکہ سے نکالے جانے والا بھی غریب الوطن (فداہ امی وابی) دس ہی سال کے اندر فاتح مکہ کی حیثیت سے اپنے مسکن و مولد میں داخل ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کو قید و بند اور کوڑوں کی سخت سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ لیکن بالآخر ان ہی کے افکار و نظریات کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور خود سلطنتوں کو ان کی اسی فکر کے آگے سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔

تاریخ کا یہ ناقابلِ فراموش فتویٰ ہے کہ جبر و تشدد کے ذریعہ دعوتِ انبیاء اور تحریکاتِ حق کا راستہ کبھی نہیں روکا جا سکا ہے۔ اس سے دعوت اور مضبوط ہوتی ہے۔ معاشرہ کے باضمیر عناصر اس سے آ آکر ملتے جاتے ہیں۔ ظالموں کے مجرم ضمیر خود ان کے لیے زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔ اخلاص، اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق اپنا لوہا منواتے ہیں۔ اور اہلِ حق آخرت میں تو کامیاب و بامراد ہوں گے ہی لیکن اسی دنیا میں بھی وہ کامیاب و بامراد ہو کر رہتے ہیں۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں | حق و باطل کی یہ کشمکش جس قدر حق کی مخالفت کرنے اور اس سے بے اعتنائی برتنے والوں کے امتحان کے لیے اور دنیا و آخرت میں ان کا ٹھیک مقام متعین کرنے کے لیے ضروری ہے، اسی قدر یہ خود اہلِ حق کی تربیت کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہ ایک طرف ان کے ایمان و میثاق کا امتحان ہے اور دوسری طرف ان سے خدا کے وعدے کی تکمیل۔ دنیا کا قانون یہ ہے کہ محض زبانی دعوے پر کوئی مکمل اعتماد نہیں کرتا۔ زبانی دعوے کا عملی ثبوت بھی مانگا جاتا ہے۔ اور یہ عملی ثبوت ہی ہے جو دعوے کو معتبر بناتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ اہلِ حق کے دعوائے ایمان کو عمل کی دنیا میں جانچے اور پرکھے بغیر ان کے مراتب کے بارے میں کیسے فیصلہ فرما دے؟ چنانچہ اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ:-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ
(العنکبوت ۲-۳)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں۔ جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ تو ضرور یہ دیکھتا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون!

دوسری جگہ فرمایا:-

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ (آل عمران)

خدا مومنوں کو ہرگز اس حالت میں رہنے دینے والا نہیں ہے کہ جس میں تم اس وقت ہو (کہ صادق الایمان اور منافق ملے جلے ہیں)۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ نمایاں کر کے رہے گا۔

اس عمل کا صرف یہی پہلو نہیں ہے کہ یہ حق پرستی کا دعویٰ کرنے والوں کی آزمائش اور ان کا امتحان ہے۔ اور اس کے ذریعہ مخلص اور غیر مخلص، اصحابِ استقامت اور موقعہ شناس و مفاد پرست ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں بلکہ یہ دعوتِ حق کے لیے تطہیر کا ایک خدائی انتظام ہے جس سے کائنات کا حقیقی فرمانروا سچے اہلِ ایمان اور محض زبانی جمع خرچ کرنے والوں کو ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز کر دیتا ہے اور اہلِ حق کے گروہ میں صرف ان کو رکھتا ہے جو فی الحقیقت اپنے کو اپنے رب کے ہاتھ بیچ چکے ہوں جو دراصل اس کے کام کے ہوں جو اسکی خاطر دو عالم سے ٹکرانے کو تیار ہوں۔

آزمائش کا یہ انتظام اہلِ حق کے لیے بے شمار پہلوؤں سے ایک تربیتی نظام بھی ہوتا ہے۔ اس معرکہ میں دعوتِ اسلامی کی اصل خصوصیات اور اس کا حقیقی رنگ خود ان کے سامنے نکھر کر آجاتا ہے۔ کتابی باتیں حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اور مصائب و شدائد کی کٹھالی میں ان سے ان کی آلائشوں کو دور کیا جاتا ہے اور انہیں نکھار کر پاک و صاف کر دیا جاتا ہے دنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کی ترغیبات سے جو لگاؤ ان کے اندر پیدا ہو گیا ہوتا ہے، اس کا تزکیہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ان کی اخلاقی طاقت کو کئی گنا بڑھا دینے کا سامان ہو جاتا ہے۔

یہ وہ عمل ہے جس سے اہلِ حق کے لیے قوت کے نئے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ان میں قیادت کی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ جوہر بیدار کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے تاریخ میں بار بار حق پرستوں کا ایک چھوٹا سا گروہ ایک بڑے ہجوم پر غالب ہوتا رہا ہے......

پھر آزمائش اہلِ حق کے ایمان کو پختہ کرتی ہے۔ اور ان کا اپنے مشن کی کامیابی اور نصرت الٰہی پر یقین اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جس آزمائش اور امتحان کی خدا نے خبر دے رکھی ہے، جب وہ آتا ہے تو خدا کے وعدوں پر ان کا یقین اور بڑھ جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جس طرح خدا کی دی ہوئی یہ خبریں سچی ثابت ہو رہی ہیں اسی طرح وہ اپنے باقی وعدے بھی پورے فرمائے گا اور بالآخر حق کو غلبہ اور اہلِ حق کو کامیابی عطا کرے گا۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب۔ ۲۲)	اور جب مومنوں نے (مخالفینِ حق کے) لشکر کو دیکھا تو پکار اٹھے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔ اور ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔

چنانچہ سخت سے سخت پریشان کن حالات میں بھی اہلِ حق مایوس نہیں ہوتے۔ ہر آزمائش میں اللہ کے بھروسے پر راہِ حق پر جمے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات پر ان کا یقین کبھی متزلزل نہیں ہوتا کہ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔ (الروم۔ ۴۷)

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور ایک اور چیز جس کو تم بہت پسند کرتے ہو (وہ بھی تمہیں ملے گی یعنی) خدا کی طرف سے تمہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(الصّٰفّٰت-۱۳) مدد اور عنقریب فتح نصیب ہو گی اور مومنوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (المؤمن-۵۵) پس صبر کرو، خدا کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اہلِ حق اپنے خدا پر ہر حال میں بھروسہ رکھتے ہیں انتظار سے گھبراتے نہیں۔ صبر و استقامت کی روش پر جمے رہتے ہیں۔ تنگی ہو یا فراوانی۔ حالات مساعد ہوں یا نامساعد، کام کی راہیں بظاہر کھلی ہوں یا بند، وہ دل شکستہ نہیں ہوتے۔ بلکہ راہ میں مشکلات کو حائل پاکر اپنے رب سے اپنے تعلق کو اور زیادہ گہرا اور خالص کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اپنی ساری قوتیں راہِ وفا میں جھونک دیتے ہیں۔ صبر و صلوٰۃ سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ استغفار و دعا سے روحانی غذا پاتے ہیں۔ مہر و وفا اور الفت و محبت سے اپنی صفوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور اپنے اپنے حالات و استطاعت کے مطابق اپنے مالک کی رضا جوئی کی راہ پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ منزل آجاتی ہے کہ خدا کی زمین باطل کی شرانگیزیوں سے پاک اور حق و انصاف کا مسکن بن جاتی ہے۔

خواتین کا تعمیری جریدہ
ماہنامہ بتولؔ، لاہور

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی
اسلام کے نظامِ حیات پر

چھوٹے بچوں کا پیارا رسالہ
پندرہ روزہ نورؔ لاہور

مستند کتب

نیز آپ کے بچوں اور لڑکیوں کے لیے ۔ ہماری، اسلامک پبلیکیشنز لمٹیڈ اور دیگر اداروں کی ہر قسم کی جملہ مطبوعات ہم سے طلب فرمایئے

پتہ

اِدارۂ بتول - ۴ اے ذیلدار پارک

اچھرہ - لاہور

© rasailojaraid.com